مُلّا رہبر حسن ۔۔

ایک گمنام علمی شخصیت

سکول میں صرف اور صرف شاہی خاندان سے تعلق رکھنے والے اساتذہ ہی پڑھاتے تھے اور طلبا کی اکثریت شاہی خاندان کے شہزادوں اور روسا و امراء کے بچوں پر مشتمل تھی۔ غریب خانوادوں سے تعلق رکھنے والے بچے تعلیم کی نعمت سے محروم تھے

صفدر حسین برچہ

...ستان کا نوزائیدہ ضلع ہنزہ نگر کسی تعارف کا محتاج ... ماضی میں دو طاقتور خود مختار ریاستی اکائیوں میں ... کی طویل اور واقعات سے بھری تاریخ میں فی ... خصیات پیدا ہوئیں جو تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہیں ... سرزمین نگر نے کئی ایک سپوتوں کو جنم دیا ہے لیکن علم ... محروم اس سرزمین سے بعض ایسی علمی ہستیاں پیدا ... نہوں نے علم دشمن سلطنت سے کھلی بغاوت کر کے ... کے استحصال اور مظالم سے دوچار غریب اور نچلا طبقہ ... ایک روشن مثال قائم کی۔

... رہبر حسن 1928ء میں سابق ریاست نگر کے ... نگر خاص کے ایک چھوٹے سے گاؤں "چھملنگ بالا" ... ہوئے۔ آپ کے آباؤ اجداد ایران سے ہجرت کر کے ... میں آباد ہوئے۔ آپ کے جد امجد شیخ ابوالحسن اصفہانی، ... نگر کے عظیم حکمران بپو کمال (1660 ...ء) کے دور حکومت میں سید شاہ بریا ولی کے تبلیغی ... کے ساتھ کشمیر سے ہوتے ہوئے شگر اور ہسپر کے ... ریاست نگر آئے۔ سید طریقت کی آمد سے قبل پہاڑوں ... میں آباد اس ریاست میں تھم (حکمران) اور چند ... احباب کے علاوہ اسلام کے بنیادی عقائد سے کوئی آشنا ... تھا۔ رعایا کی اکثریت توہم پرستی اور مافوق الفطرت ... پر یقین رکھتی تھیں۔ ہندو صنمیات کے آثار و اثرات ... ریاست میں نمایاں تھے صرف یہی نہیں بلکہ ریاست کے ... اشاعت اسلام تک دیوی دیوتاؤں کے عنایات و اکرام ... بدلے انکی پوجا کرتے تھے۔

18 ذوالحجہ 1125 ہجری کا دن تھا۔ سید شاہ بریا ولی کی ... یت میں تبلیغی قافلہ بپو کمال کی دعوت پر دربار نگر پہنچا، سید ... طریقت نے اغراض سفر تفصیل سے بیان کرنے کے بعد ... کافرانہ رسوم و رواج اور عقائد میں اصلاح نیز اسلام کا آفاقی ... پیغام بڑے بلیغ انداز میں اہل دربار کی سماعتوں تک پہنچایا۔ ... اسلام کا پیغام سننے کے بعد رعایا نے سید طریقت کے ہاتھوں ... پر بیعت کی۔ سید موصوف نے کچھ عرصے تک ریاست میں ... اسلام کے بنیادی تعلیمات کو لوگوں میں عام کرنے کے بعد تھم ... سے جانے کی اجازت مانگی۔ تھم نے قیل و قال کے بعد سید ... سے درخواست کی کہ وہ مستقل طور پر ریاست میں اقامت ... اختیار کریں اور رعایا کو دین کی تعلیم دیں۔ لیکن سید موصوف ... واپسی سفر پر مُصر تھے۔ سید نے جاتے جاتے بپو کمال کی ... درخواست پر آقائے اخوند ابوالحسن اصفہانی کو ریاست کے ... دارالخلافہ میں دینی اور علمی تبلیغ و ترویج کے خاطر چھوڑ دیا۔ سید موصوف کے رخت سفر کے بعد آپ نے ایک مقامی خاتون سے شادی کی۔ آپ کی اولاد سے چلی نسل علمی فضیلت کے باعث ریاست کے مختلف مقبوضات میں تھم کی عطا کردہ گزارے کی زمینوں پر آباد ہوگئے۔

1891-92ء میں سقوط "جنگیر لئی" کے بعد انگریز ریاست میں مکمل طور پر قدم جمانے میں کامیاب ہوگئے۔ جنگ میں شکست کھانے کے بعد عذر خان تھم اپنے چند خاص مصاحبین کے ساتھ کاشغر فرار ہوگئے۔ ریاست کی رعایا پر ریاستی خود مختاری چھن جانے کی وجہ سے مایوسی طاری تھی۔ انگریزی حکومت نے اپنے وعدے کے مطابق زعفر خان تھم کی سرپرستی میں میر سر اسکندر خان (K.B.E-C.I.E) کو ریاست نگر کا حکمران مقرر کردیا۔ 1902ء میں میر زعفر زاہد خان کے وصال کے بعد حکومت برطانیہ کے گماشتوں نے ایک بھری تقریب میں سر میر اسکندر خان کو ریاست نگر کا نیا حکمران مقرر کرنے کا اعلان کردیا۔ تخت نشینی کے بعد میر اسکندر خان نے ریاست میں نئے سیاسی، مذہبی اور ثقافتی اصلاحات کے نفاذ کا اعلان کردیا، لیکن اس اصلاحاتی ضابطہ میں شعبہ تعلیم کو دانستہ طور پر نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ میر آف نگر رسمی تعلیم سے بے بہرہ اور ناخواندہ تھے وہ اپنی دانست میں سطحی ذہنیت کے مطابق کچھ بھی فیصلہ کر لیتا تھا، چاہے وہ فیصلہ درست ہو یا غلط۔

کہا جاتا ہے کہ انگریزوں نے ریاست کو فتح کر لینے کے بعد 1896ء میں بنیادی تعلیم کے فروغ کے لیے ایک پرائمری سکول کا آغاز کر دیا، لیکن اس بارے میں کوئی درست اعداد و شمار نہیں ملتے، البتہ میر شوکت علی خان کے پاس محفوظ دستاویزات کے مطابق 1930ء میں پرائمری تک کلاسوں کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ شاہی خاندان علی الخصوص تھم اپنے خاندان کے سوا کسی غریب یا رعایا کے عام افراد کو زیور تعلیم سے آراستہ دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔ ان کو خوف سا لاحق تھا کہ پڑھ لکھ کر عام آدمی کل تھم اور سلطنت کے لیے کوئی بڑی مصیبت نہ کھڑی کر دے۔ سکول میں صرف اور صرف شاہی خاندان سے تعلق رکھنے والے اساتذہ ہی پڑھاتے تھے اور طلبا کی اکثریت شاہی خاندان کے شہزادوں اور روسا و امراء کے بچوں پر مشتمل تھی۔ غریب خانوادوں سے تعلق رکھنے والے بچے تعلیم کی نعمت سے محروم تھے۔ البتہ اخوند اور ملّا اپنے گھروں میں بنے مدرسوں میں گاؤں کے بچوں کے ساتھ اپنے بچوں کو قرآن اور دینیات پڑھایا کرتے تھے، اس بناء پر اخوند گھرانوں کو دربار نگر میں کافی پذیرائی حاصل تھی، تھم بھی ان شرفاء کو قدر و تعظیم کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

اس تمہید باندھنے کا بنیادی مقصد اس دور کے تعلیمی اور سیاسی ماحول کی خد و خال واضح کرنا ہے۔ ملّا رہبر حسن اخونزادہ کے والد گرامی ملّا محمود اپنے زمانے کے بڑے عالم تھے، آپ سے کئی اولادیں پیدا ہوئیں۔ آپ کی اولادوں میں دو نام ایسے ہیں جو زمانے میں بہت مشہور ہوئے۔ ملّا محمد حسن اور ملّا رہبر حسن۔ ملّا محمد حسن المعروف "کاتب" عمر میں ملّا رہبر حسن سے بڑے تھے اس شخصیت کا ذکر کیے بنا ریاست نگر کی تاریخ ادھوری رہ جاتی ہے۔ اللہ نے زندگی عطا کی تو انشاء اللہ اس شخصیت کے بارے میں تفصیل سے لکھوں گا۔ ملّا رہبر حسن نے ابتدائی تعلیم مقامی پرائمری سکول سے حاصل کی۔ پرائمری کے بعد 1942ء میں آپ کو گلگت میں قائم بورڈنگ سکول میں داخل کر دیا گیا۔ بورڈنگ سکول میں دیگر طلباء کے علاوہ ریاست نگر کے آخری والی میر شوکت علی خان بھی زیر تعلیم تھا۔ ہم جماعت ہونے کے ناطے میر شوکت علی خان کے ساتھ آپ کے گہرے مراسم تھے۔ اس تعلق داری کے بنا پر آپ گلگت میں راجوں کی نجی محفلوں میں شرکت فرماتے تھے۔

بورڈنگ میں گرمیوں کی چھٹیاں تھیں، میر شوکت علی خان بھی چھٹیاں گزارنے کے لیے نگر میں قیام پذیر تھا۔ ایک دن

ملاّ رہبر حسن اپنے کلاس فیلو میر شوکت علی خان سے ملاقات کرنے میر صاحب کے دولت کدہ پر تشریف لے گئے، میر صاحب صحن کے سبزہ زار پر لگی نشستوں میں سے ایک نشست پر بیٹھے مطالعہ فرمارہے تھے۔ازن حضوری ملنے کے بعد ملاّ رہبر حسن سلام کے لیے میر صاحب کے حضور باادب جھک گئے، میر صاحب نے بڑی خوش دلی سے سلام کا جواب دیا۔ ملاّ محترم، میر صاحب کی اجازت سے سامنے پڑی ایک خالی نشست پر بیٹھ گئے۔ میر صاحب ایک نوجوان طالب علم ہونے کے ناطے اپنے ہم جماعت سے بڑے خوش گوار موڈ میں محو گفتگو تھے اور یہ بات بھی درست ہے کہ ایک علمی اور مذہبی گھرانے سے تعلق ہونے کی بنا پر، نوجوان گشپور (شہزادہ) شوکت علی خان، ملاّ رہبر حسن کی بڑی تکریم وعزت کیا کرتے تھے۔ اسی ثانیے میں، ضعیف العمر والی نگر میر اسکندر خان کسی کام سے اپنی آرام گاہ سے باہر تشریف لائے، برآمدے سے گذرتے ہوئے دونوں کو گفتگو کرتے ہوئے دیکھ لیا۔ والی نگر اس اعصاب شکن منظر کو دیکھ کر بل کھانے لگا۔ ملاّ رہبر حسن تھا نگ (محل) میں کافی وقت گذارنے کے بعد وہاں سے رخصت ہوئے۔محل کے ہنگ بلتر (مین گیٹ) سے نکلتے دوران پیچھے کی جانب مڑ کر دیکھا، یکدم آپ کے قدم وہی پر رک گئے۔ میر اسکندر خان غصّے کی حالت میں تیز قدموں سے چلتے ہوئے صحن میں محو مطالعہ نوجوان گشپور شوکت علی خان کے عین اوپر کھڑے ہوگئے، اس منظر کو دیکھ کر ملاّ رہبر حسن دروازے کے ساتھ کان لگائے دونوں کی مابین ہورہی گفتگو کو انہاک سے سننے لگا۔ میر اسکندر خان، نوجوان شوکت علی خان کو نصیحانہ انداز میں کہہ رہا تھا، دیکھو برخوردار! آئندہ ایسے لوگوں سے میل جول مت رکھنا، وہ ہمیشہ ہماری اس عزت افزائی سے غلط فائدہ اٹھائینگے۔ ہمیشہ حفظ مراتب کا احساس دلاتے رہنا۔ اگر ہم اس طرح ان کی آؤ بھگت کرتے رہیں گے تو کل رعایا میں شعور پیدا ہوگا اور اپنے حقوق کو پانے کے خاطر کوئی بھی قدم اٹھانے سے دریغ نہیں کریں گے۔ انہیں ہمیشہ فرش پر رہنے دو، کرسی پر نہیں۔

ملاّ رہبر حسن کے تمام خواب وہی پر چکنا چور ہوگئے۔ اس غیر متوقع گفتگو نے آپ کے اندر ایک عجیب سی بے چینی کی کیفیت پیدا کردی۔ آپ کے دل میں شاہی خاندان کے لیے نفرت پیدا ہوگئی اس طرح میر شوکت علی خان اور آپ کے درمیان ایک نہ ختم ہونے والی سرد مہری پیدا ہوگئی۔ چھٹیاں ختم ہوگئیں، بورڈنگ میں کلاسیں دوبارہ شروع ہوئیں۔ گلگت سے بورڈنگ کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد سری نگر چلے گئے۔ سری نگر سے ایف اے مکمل کرنے کے بعد آزادی سے چند ماہ قبل آپ گلگت واپس چلے آئے۔ آزادی گلگت بلتستان کے بعد یہاں کے حالات یکسر بدل گئے تھے۔ یکے بعد دیگرے گلگت بلتستان کے کئی خود مختار ریاستی اکائیوں نے پاکستان سے الحاق کے لیے بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح سے رابطے شروع کردیئے۔ میر آف نگر، میر شوکت علی خان (1940-1972) نے اپنے احباب سے صلح ومشاورت کے بعد ریاست نگر کے الحاق کے سلسلے میں قائداعظم کے نام 19 نومبر 1947 کو ایک ٹیلی گرام بھیج دیا جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ ”میں اور میری عوام نے پاکستان کو تسلیم کر لیا ہے۔“ یوں اسی دن ریڈیو پاکستان پشاور اور تیسرے دن

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی آنکھوں کی روشنی سے لاکھ محروم سہی مگر ان ہستیوں کے گرد آلودہ پیکروں کو روشنائی سے مرصّع کرکے صفحہ قرطاس کی زینت بنادیں، تاریخ وہ سیل رواں ہے جو کسی کا انتظار نہیں کرتی۔ اس پہلے کہ ہم خود تاریخ کا حصہ بن جائیں اپنے اسلاف کی روشن تاریخ کو زندہ کرکے قوم کی آئندہ نسلوں کے لیے مشعل راہ بنائیں

ریڈیو پاکستان سے شہ سرخیوں میں یہ خبر نشر ہوئی کہ نگر اور ہنزہ کے والیان ریاست اور عوام نے پاکستان سے الحاق کا اعلان کردیا ہے۔ جس کے کچھ دنوں بعد وزارت امور کشمیر کے ذریعے والیان ہنزہ نگر کو ایک مفصّل دستاویز قائداعظم محمد علی جناح، گورنر جنرل پاکستان کی جانب سے موصول ہوئی۔ جس کا متن کچھ یوں تھا! " I accepted Negar and Hunza states as part of Pakistan. "

(M.A Jinnah)

ترجمہ: میں ریاست ہائے ہنزہ نگر کو بطور پاکستانی حصّہ تسلیم کرتا ہوں (محمد علی جناح)۔

1950ء کے اوائل میں ملاّ رہبر حسن بغرض روزگار گلگت جیل سے وابستہ ہوگئے۔ 1955ء میں مزید حصول تعلیم کے لیے کشمیر روانہ ہوئے۔ گریجویشن کرنے کے بعد آپ 1958ء میں واپس وطن مالوف لوٹ آئے۔ آپ نے ریاست نگر کی تعلیمی زبوں حالی کو ختم کرنے نیز تعلیم کی ترویج وترقی کے لیے انقلابی بنیادوں پر عملی جدّ وجہد کا آغاز کیا۔ لیکن والی نگر میر شوکت علی خان نے آپ کے لیے مشکلات پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کی روزمرّہ کے معمولات کو محدود کردیا۔ ملاّ رہبر حسن غیر موافق حالات سے دلبرداشتہ ہوکر کراچی کی جانب عازم سفر ہوئے۔

کراچی میں قیام کے شب وروز کے متعلق لاکھ کوشش کے باوجود کوئی اہم معلومات راقم کے ہاتھ نہیں آئیں۔ ملاّ رہبر حسن کے بعض احباب کا ماننا ہے کہ آپ نے کراچی میں باقاعدہ دھوم دھام سے شادی کی، جس میں وہ بھی شریک ہوئے۔ جب راقم نے ملاّ رہبر حسن کے بارے میں ان کے خانوادے سے استفسار کیا تو محترم ذاکر حسین اخونزادہ (نگر خاص کی معروف سماجی شخصیت اور ملاّ کا حقیقی بھتیجا) نے اپنی یادداشت کو تازہ کرتے ہوئے اپنے چچا ابّو ملاّ رہبر حسن کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

”میرے والد گرامی، ملاّ محمد حسن اپنے چھوٹے بھائی، ملاّ رہبر حسن کے گمنامی کے حوالے سے فرماتے تھے کہ نگر سے چلے جانے کے بعد ہم سے اس نے کبھی رابطہ نہیں کیا اور نہ ہی اپنی اقامت کے بارے میں کسی کے ہاتھ پیغام بھیجا۔ البتہ ایک دفعہ جنگ آزادی گلگت بلتستان کے ہیرو راجہ محمد بابر خان ہمارے گھر تشریف لائے اور ہمیں خوشخبری سنائی کہ ملاّ رہبر حسن زندہ ہیں اور کراچی میں ایک اعلیٰ سرکاری عہدے پر خدمات انجام دے رہے ہیں۔‘ اس تک رسائی کے لیے ہم نے لاکھ کوششیں کیں لیکن اس میں کامیابی نہیں ہوئی“۔ لیکن شنید یہ تھا کہ چند سال پہلے حنیف نامی ایک شخص نے لاہور میں آپ کو دیکھا تھا۔ بقول شخصے، ملاّ نے بتایا کہ آپ اپنے اہل عیال کے ساتھ جالندھر (بھارت) میں مقیم ہیں۔

آخر میں بطور خلاصہ چند جملوں کا تذکرہ اہم سمجھتا ہوں۔ تاریخ نگر کے پنّوں پر ملاّ جیسی کئی شخصیات گمنامی کے دبیز پردوں میں چھپی ہوئیں ہیں۔ مرور زمانہ کہیے یا ہماری ستم ظریفی! ان خاک آسودہ ہستیوں تک رسائی میں ہماری بینائی ساتھ چھوڑ گئی۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی آنکھوں کی روشنی سے لاکھ محروم سہی مگر ان ہستیوں کے گرد آلودہ پیکروں کو روشنائی سے مرصّع کرکے صفحہ قرطاس کی زینت بنادیں۔ تاریخ وہ سیل رواں ہے جو کسی کا انتظار نہیں کرتی۔ اس پہلے کہ ہم خود تاریخ کا حصہ بن جائیں اپنے اسلاف کی روشن تاریخ کو زندہ کرکے قوم کی آئندہ نسلوں کے لیے مشعل راہ بنائیں۔ ☆☆

پاکستان میں لبرل اور روشن خیال صحافت کا ترجمان

جرات اور تحقیق کا آئینہ دار

ماہنامہ

نیا زمانہ

ABC CERTIFIED

اگست 2010